قارئین

افکار و تاثرات

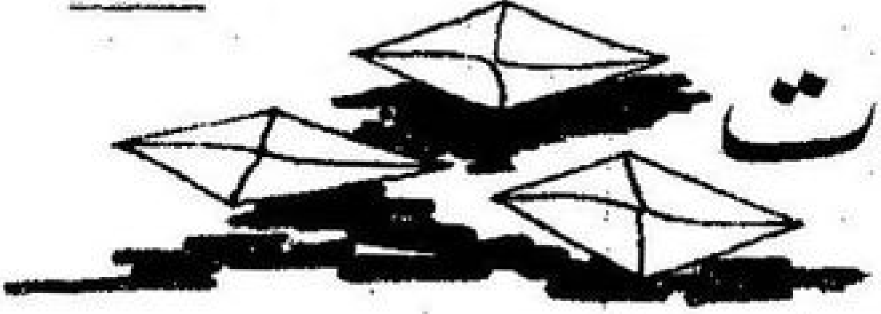

سرمایہ داری اور کمیونزم کا پس منظر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عظیم رومن ایمپائر میں یہودی قوم صرف اقلیت تھی۔ رومن ایمپائر کے پاس اپنے بنائے ہوئے مشہور اور سنہری اصول و نظریات اور قوانین و ضوابط تھے۔ لیکن بدقسمت اور کج فہم یہودی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بیشمار اور ان گنت انعامات کی ناشکری کی، بے جان، بے روح اور کھوکھلے مظاہر سے متاثر ہو کر وحشیانہ اور سنگدلانہ زندگی بسر کرنے لگے، تو حسب قانون اللہ تعالیٰ نے معاشرتی سیاسی اور اقتصادی نظام سے قطع نظر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محض نرمی و رواداری، تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب و ضمیر، صبر و تحمل، رحم و کرم، عفت و پاکبازی، زہد و صفا اور فکرِ آخرت کا داعی بنا کر بھیجا۔ مسیحیت نے روحانیت میں وہ درجہ کمال حاصل کیا۔ کہ لوگوں کے قلب و ضمیر میں دنیوی ضروریات کو فکرِ آخرت نے زیر کر لیا۔ منشاء الٰہی کے تحت مسیحیت روحانی متاع کو لیکر یورپ پہنچی۔ یورپ کے اطراف و جوانب میں اسے چھوٹے چھوٹے خطوں میں منقسم قبائل سے واسطہ پڑا، جو بڑے تلخ اور سخت مزاج تھے۔ خونریزی اور جنگ و جدل کے دھنی تھے، سنگدلانہ اور وحشیانہ سلوک ان کی طبیعت میں سرایت کر چکا تھا۔ امن و چین کے نام تک سے گھبراتے تھے۔ ان کے علاوہ یونان کی مادی تہذیب کی وارث اور صنم پرست قوم کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ناممکن تھا کہ وہ مسیحیت کی اس نرمی اور رواداری کی طرف مائل ہوتے جو یہ سکھاتی ہو کہ "جو تیرے ایک رخسار پہ طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے کر دے، اور جو تجھ سے جھگڑا کر کے تیرا کرتا اتار لینا چاہے، تو اپنی چادر بھی اسے دیدے۔"

جب وحشی اقوام پر یہ ظاہر ہوا کہ مسیحیت قوانین حکومت اور سماجی نظام سے ہی ہے تو انہوں نے اس میں کوئی زحمت محسوس نہ کی کہ چرچ اور ہیکل مقدس میں چند سائنس مذہب

کے تحت گزار لیں، بعد میں نفسانی خواہشات اور وحشیانہ اصول و قوانین کے تحت زندگی گزار دیں۔ یورپ والوں نے جب یہ دیکھا کہ مسیحیت صرف چرچ، ہیکل مقدس اور قلب و ضمیر ہی میں محدود ہے تو کہا کہ "مذہب بندے اور خدا کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ امور مملکت، معاشی معاملات، انسانی تعلقات، اجتماعی روابط اور زندگی کے مسائل میں اسکا کوئی دخل نہیں"۔ بس یہیں سے یورپ میں دین و دنیا کی تفریق نے جنم لیا۔ اسی لئے یورپ آج تک وحشیانہ اور امن چاہی زندگی پر گامزن ہے، جو امن و سکون سے تہی، خودغرضی اور ظلم و تشدد ان کا زیور ہے۔ اب مذہبی زعما کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ اپنی روحانی متاع کے ذریعے امراء و سلاطین اور تونگر و متمول اشخاص کے مقابلے میں جائیدادیں اور نئی وجود میں لائی جائیں، تاکہ عوام الناس پر ہمارا غلبہ اور اثر و رسوخ رہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا مذہبی زعما اور امراء و سلاطین کے درمیان کشمکش طول اختیار کرتی گئی۔ القصہ دونوں گروہ عوام الناس کو مسخر رکھنے اور مادی مفاد کے لئے دامنِ صلح میں پناہ گزیں ہوئے، ایک وقت آیا کہ ان کی عیاری اور مکاری واضح ہوگئی، ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ کہا گیا کہ "مذہب اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے آلہ کار ہے۔" حقیقت بھی یہی تھی۔ ذرا کسی نے سر اٹھایا فوراً قتل یا نذرِ آتش کر دیا جاتا۔

بیداری نے جنم لیا، جس کا نتیجہ سائنس تھی۔ سائنس کے جدید نظریات و خیالات کی تاب نہ لاکر چرچ نے مخالفت شروع کی۔ کیونکہ یہ نظریات اس کے لئے سم قاتل تھے چھوٹا اقتدار اور اثر و رسوخ ہاتھوں سے جاتا تھا۔ بس یہیں سے مذہب اور سائنس میں نزاع کی داغ بیل پڑی۔

سائنس نے ترقی کی، نئے آلات سے وسیع پیمانے پر ضروریاتِ زندگی پیدا کی گئیں، سائنس کے ذریعے بڑے بڑے کارخانے بنائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انکے چلانے کیلئے مزدوروں کی ضرورت تھی۔ اس طرح سرمایہ داروں اور مزدوروں کے دو گروپ وجود میں آئے، حکومت کی باگ ڈور بھی عملاً ان ہی سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آئی۔ مزدوروں کو حیوانوں کی مانند استعمال کیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ چرچ نے اپنے مفاد اور اقتدار کو قائم رکھنے کیلئے سرمایہ داروں سے رابطہ قائم کیا، اور مزدوروں کو مذہب ہی کے ذریعے انکا دست نگر کئے رکھا۔ لیکن بعض اسوقت بھی خالص اللہ کے لئے دین کا کام کرتے رہے۔